Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)

ISSN: (2311-6552)

Published:
December 31, 2023

Our Social Responsibilities in the Light of the Prophet's Life

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ہماری معاشرتی ذمہ داریاں

Dr Hafiz Saad Ullah
Former Editor, Urdu Department of Islamic Studies, Punjab University, Lahore

Abstract

In the light of the Prophet's life, our social responsibilities encompass a profound sense of compassion, justice, and community welfare. The Prophet Muhammad (peace be upon him) demonstrated exemplary behavior in his interactions with individuals and society, providing timeless guidance for navigating our roles as members of a larger community. Central to his teachings was the principle of empathy, urging believers to show kindness and concern for others regardless of their background or beliefs. Moreover, the Prophet emphasized the importance of upholding justice in all aspects of life, advocating for the rights of the marginalized and oppressed. His commitment to social justice serves as a cornerstone for addressing inequalities and advocating for the well-being of all members of society. Furthermore, the Prophet's emphasis on community welfare highlights the significance of collective responsibility in ensuring the prosperity and harmony of society. This entails actively participating in efforts to alleviate the suffering of those in need and fostering an inclusive environment where everyone can thrive. By embodying the principles of compassion, justice, and community welfare exemplified by the Prophet Muhammad, we can fulfill our social responsibilities and contribute to the creation of a more equitable and compassionate world.

Keywords: social responsibilities, compassion, justice, empathy, charity, generosity, volunteerism, inclusivity

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

معاشرتی زندگی؛انسان کی طبعی ضرورت:

انسانی معاشرے میں لوگوں کے ساتھ مل جُل کر رہنا انسان کی طبعی و فطری ضرورت ہے۔لوگوں کے باہمی تعاون کے بغیر اس کے دنیوی واخروی مصالح کی تکمیل ہو سکتی ہے نہ ضروریاتِ زندگی کی۔انسان کی اسی طبعی و فطری احتیاج کو نامور مفکر اسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وکُلُّ بنی آدم لاتتمُّ مصلحتُهم لافی الدّنیا ولافی الآخرۃ الّا بالاجتماع والتعاوُن والتناصُر، فالتعاوُنُ والتناصُرُ علٰی جلب منافعهم والتناصر لدفع مضارّهِم ولهذا یقال: الانسانُ مدنی الطبع۔(1)

"تمام بنی آدم کی مصلحت دنیا اور آخرت میں انسانی اجتماع، باہمی تعاون اور باہمی مدد کے بغیر پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ باہمی تعاون و مدد لوگوں کے منافع کے حصول اور مضرت کے دفع کے لیے ضروری ہے۔اسی لیے کہاجاتاہے کہ انسان مدنی الطبع ہے۔"

اسی طرح مشہور اسلامی ماہر عمرانیات علامہ ابن خلدونؒ نے انسان کے لیے اجتماعی اور معاشرتی زندگی کی ناگزیریت کو یوں واضح کیاہے:

اِنّ الاجتماعَ الانسانی ضروریٌ ویُعبّر الحکماءُ عن هذا بقولهم الانسانُ مدنی بالطبع ای لابُدّ له من الاجتماعِ الذی هو المدینةُ فی اصطلاحهم۔(2)

"بے شک انسانی اجتماع/اکٹھے مل جل کر رہنا، ایک ناگزیر امر ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جسے اہلِ علم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان پیدائشی طور پر مدنیت پسند واقع ہوا ہے۔یعنی اس کے لیے اجتماع ضروری ہے جو ان کی اصطلاح میں شہر کہلاتا ہے۔"

اس کے بعد علامہ ابن خلدونؒ نے اپنے اس قول یا تجزیہ کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ:

"اکیلا آدمی اپنی غذائی ضروریات بھی پوری کرنے سے عاجز ہے۔صرف ایک دن کی غذا کے لیے اسے کتنے ہی لوگوں کی مدد درکار ہوتی ہے۔ان کے تعاون کے بغیر وہ غذا نہیں کھا سکتا۔اسی طرح دیگر جانوروں کے برعکس وہ اپنی ذاتی حفاظت کے لیے اسلحہ اور ساز وسامان کرنے کے لیے بھی کئی کاریگروں کا محتاج ہے۔"(3)

معاشرتی ذمہ داریوں سے مراد:

مذکورہ وضاحت کے مطابق انسان کے لیے معاشرے میں دیگر ہم جنسوں کے ساتھ مل جُل کر رہنا اور گزر بسر کرنا جب اُس کی ضرورت قرار پایا تو لامحالہ اس کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت / حوالے سے دوسرے لوگوں کے ساتھ قائم ہوگا۔ مثلاً بیٹا،

بیٹی، بھائی، بہن، شوہر، بیوی، والد، والدہ، دوست، پڑوسی، طالب علم، استاد، امام، خطیب، مقتدی، حاکم، محکوم، افسر، ماتحت، دکاندار، خریدار، زمیندار، مزارع، آجر، اجیر وغیرہ ہونے کے ناطے اس کا تعلق اپنے ارد گرد اور متعلقہ لوگوں کے ساتھ قائم ہو گا۔ اس تعلق کو بحسن وخوبی نباہنے، قائم رکھنے اور انجام دینے کا مطلب ہی معاشرتی ذمہ داریاں ہے۔

معاشرتی ذمہ داریوں کی اہمیت:

معاشرتی ذمہ داریوں کی درج بالا تعریف کی روشنی میں ہم انہیں حقوق العباد سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں اور قرآن وسنت کی متعدد تصریحات، تعلیماتِ نبوی اور اسوۂ رسول ﷺ سے مترشح ہوتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کی نگاہ میں حقوق العباد کی ادائیگی، حقوق اللہ کی ادائیگی سے زیادہ اہمیت اور فوقیت رکھتی ہے۔ چنانچہ چند تصریحات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا بے جا نہ ہو گا:

(ا): قرآن مجید کی متعدد آیات کے مطابق اللہ کریم نے شرک اور کفر کے سوا دیگر بڑے سے بڑے گناہوں اور حقوق اللہ میں کوتاہی کو قابلِ معافی قرار دیا ہے جبکہ حقوق العباد یا معاشرتی ذمہ داریوں میں کوتاہی کی معافی اللہ کریم نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھی بلکہ ان بندوں کے ہاتھ میں رکھی ہے جن کے ساتھ کوتاہی یا ظلم وزیادتی عمل میں لائی گئی ہے اور ظاہر ہے کسی بندے سے اس رحمت اور معافی کی توقع نہیں کی جاسکتی جو رب کریم سے کی جاسکتی ہے۔(4)

(ب): سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷؛

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

ان آیات میں اللہ کریم نے ایمان کے ساتھ ساتھ چند بڑی نیکیاں گنوائی ہیں۔ ان نیکیوں میں معاشرتی ذمہ داریوں یا حقوق العباد کی ادائیگی (اہل قرابت، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کی آزادی پر پیسہ خرچ کرنا) کو نماز، زکوٰۃ جیسے ارکان یا فرائضِ اسلام کی ادائیگی پر مقدّم رکھا گیا ہے۔

(ج): صحیح مسلم (کتاب البرِّ والصّلۃ باب فضل عیادۃ المریض) کی ایک حدیثِ قدسی (رقم ۲۵۶۹) کے مطابق

اللہ کریم نے بعض معاشرتی ذمہ داریوں (مریض کی عیادت، بھوکے انسان کو کھانا کھلانا، پیاسے آدمی کو پانی پلانا) کی عدمِ ادائیگی پر سخت سرزنش کرتے ہوئے ان کی ادائیگی کو اپنے ساتھ معاملہ کرنے کے مترادف قرار دیا ہے۔

(د): ایک حدیث کے مطابق امتِ مسلمہ میں مفلس آدمی وہ نہیں جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو بلکہ وہ آدمی ہوگا جس نے دنیا میں نماز، روزہ، زکوٰۃ جیسی عبادات کے ساتھ ساتھ بعض معاشرتی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہوئے بعض لوگوں کے ساتھ زیادتی کرکے ان کی حق تلفی کی ہوگی، تو اس کی نیکیاں / عبادات لے کر ان مظلومین کے حقوق کو پورا کیا جائے گا اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔(5)

(ھ): قرآن و حدیث میں معاشرتی اخلاقی تعلیمات اور ان کی جزئیات کا احاطہ بڑا مشکل اور ایک مستقل کتاب کا متقاضی ہے۔ معروف سیرت نگار علامہ سید سلیمان ندویؒ نے صرف قرآن مجید کی معاشرتی اخلاقی تعلیمات کی جو ایک اجمالی فہرست مرتب کی ہے، اُن کی تعداد ایک سو دس بنتی ہے۔(6)

اسی طرح احادیثِ نبوی میں درج معاشرتی اخلاقی تعلیمات کے ابواب التراجم پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ سیرۃ النبی ﷺ میں معاشرتی اخلاقی تعلیمات کی کتنی اہمیت، کتنی دنیوی و اخروی برکت اور کتنی عظمت و فضیلت ہے۔ حدیث کا سارا ذخیرہ چھوڑ کر صرف صحاحِ ستہ مثلاً صحیح بخاری کی ''کتاب الادب'' اور ''کتاب الاستیذان''، صحیح مسلم کی ''کتاب البرّ والصّلۃ والادب''، جامع ترمذی کے ''ابواب البرّ والصّلۃ عن رسول اللہ ﷺ''، سنن ابی داوٗد کی ''کتاب الادب'' اور سنن ابن ماجہ کے ''ابواب الادب'' کے تراجم، ابواب اور عنوانات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ہی معاشرتی اخلاقی تعلیمات کی حد درجہ اہمیت و ضرورت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

(و): امام نوویؒ کے مشہور مجموعہ احادیث ''ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین ﷺ'' میں موجود درج ذیل ایک ترجمۃ الباب کے الفاظ ہی (متعلقہ تمام احادیث سے قطع نظر) معاشرتی ذمہ داریوں کی اہمیت و عظمت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ لہٰذا اِس ترجمۃ الباب کی عبارت ملاحظہ ہو:

بابُ فضل الاختلاط بالنّاس و حُضُور جمعهم و جماعاتهم و مشاهدا لخير و مجالس الذكر معهم و عيادة مريضهم و حضور جنائزهم و مؤاساة محتاجهم و ارشاد جاهليم و غير ذالک من مصالحهم لمن قدر على الامر بالمعروف والنهي عن المنكر وقمع نفسه عن الايذاء و صبر

علی الاذیٰ(7).

"لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے، ان کے مجمعوں، ان کے اجتماعات، بھلائی کے مواقع، مجالس ذکر میں ان کے ساتھ شرکت، ان کے مریضوں کی عیادت، ان کے جنازوں میں حاضر ہونا، ان کے محتاج کی غمخواری، ان کے جاہل آدمی کی رہنمائی اور اس طرح کے دوسرے امور سرانجام دینے کی فضیلت کا باب اُس آدمی کے لیے جو بھلائی کا حکم دینے، برائی کو روکنے، ایذا رسانی سے اپنے آپ کو دور رکھنے اور لوگوں کی طرف سے تکلیف دہی پر صبر کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔"

معاشرتی ذمہ داریوں سے فرار، تعلیماتِ نبوی اور اُسوۂ رسول ﷺ کے خلاف:

معاشرتی ذمہ داریوں کے شرعی فرض سے عہدہ برآ ہونے اور ان کی ادائیگی کے ساتھ مشروط فضائل کے حصول کے لیے عقلی و نقلی طور پر ضروری ہے کہ آدمی معاشرے اور اجتماع کے اندر ہی رہے۔ ظاہر ہے جو آدمی شہری آبادیوں سے دُور کسی جنگل، ویرانہ، غار یا مسجد میں جا کر بیٹھ جائے تو وہ ان معاشرتی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکے گا۔ گوشہ نشینی، عزلت گزینی، مخلوق خدا سے کم آمیزی، جماعت سے علیحدگی، اہل و عیال، عزیز و اقارب اور دوست احباب کے تعلقات سے آزادی دوسرے لفظوں میں معاشرتی ذمہ داریوں سے فرار کی راہ اختیار کرنا تعلیماتِ نبوی اور حضور اکرم ﷺ کے عملی اُسوہ کے خلاف ہے۔ نبیِ رحمت ﷺ نے اعلانِ نبوت سے قبل اور بعد تادم زیست، ایک ایسے طرزِ عمل کا نمونہ پیش کیا ہے جو مخلوقِ خدا کی خدمت، رفاہ عامہ کے اقدامات، معاشرے کی اصلاح و تعمیر کی کاوشوں، مظلوموں کی دادرسی، غربا و مساکین، غلاموں، بیواؤں، یتیموں، محتاجوں اور معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کی ہر ممکن مدد سے عبارت ہے۔(8)

قرآن و حدیث کی متعدد نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمتِ الٰہی کا تقاضا، اللہ و رسول ﷺ کی پسند اور پیغمبر اسلامؐ کا ذاتی نمونہ یہی ہے کہ انسان دنیا میں بھرپور اجتماعی اور معاشرتی زندگی بسر کرے اور خلق خدا کو نفع پہنچا کر حدیث نبوی: ''خیرُ النّاس من ینفعُ النّاسَ''(9) ("تمام لوگوں میں سب سے بہتر وہ آدمی ہے جو لوگوں کے لیے نفع رسانی کا کام کرتا ہے") کا مصداق بنے۔ ترکِ دنیا، مردم بیزاری، عزلت گزینی، خلق خدا کے نفع و نقصان کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی نام نہاد مزعومہ روحانیت کی تسکین کے لیے جنگلوں، غاروں اور عبادت گاہوں تک اپنے آپ کو محدود و محصور کر لینا، بیوی بچوں اور ازدواجی تعلقات کو خیر باد کہہ دینا، اپنی جائز اور مباح انسانی خواہشات اور ضروریات سے کنارہ کش ہو جانا، اسلام کے مزاج اور تعلیماتِ نبوی و اسوہ رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل یہاں ممکن نہیں تاہم زیر بحث موضوع سے گہرا تعلق ہونے کے باعث ایک دو چیزوں کی نشاندہی ضروری ہے:

(ا): قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے پیروکاروں (نصاریٰ) کی خود ساختہ ''رہبانیّت'' سے متعلق ارشادِ الٰہی ہے:

وَّ رَهۡبَانِيَّةَ ِۨابۡتَدَعُوۡهَا مَا كَتَبۡنٰهَا عَلَيۡهِمۡ اِلَّا ابۡتِغَآءَ رِضۡوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوۡهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (10)

"اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کیا تھا ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔ البتہ انہوں نے رضائے الٰہی کے حصول کے لیے (اپنے طور پر) اسے اختیار کیا تھا تو (اس کے باوجود) انہوں نے اس کی رعایت نہ کی جس طرح اس کی رعایت کا حق تھا۔"

یہ رہبانیت کیا تھی جسے از خود نصاریٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا؟ تو مشہور فقیہہ، مفسّر قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

وهي المبالغة فى العبادة و الرياضةُ و الانقطاعُ عن النّاس و تركُ الشهوات حتى المباحةَ منها كالاكل بالنّهار و النَّوم بالليل و النِّكاح وغيرها۔(11)

"اور وہ ہے عبادت و ریاضت میں مبالغہ، لوگوں سے قطع تعلق کر لینا یا ان سے الگ تھلک ہو جانا اور تمام نفسانی خواہشات حتیٰ کہ ان میں سے مباح قسم کی خواہشات کو بھی چھوڑ دینا؛ جیسے دن میں کھانا، رات کو سونا اور نکاح/شادی وغیرہ"

اسی طرح صاحبِ تفہیم القرآن نے رہبانیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس کا تلفّظ "رَہبانیت" بھی کیا جاتا ہے اور رُھبانیت بھی۔ اس کا مادہ "رھب" ہے جس کے معنیٰ "خوف" کے ہیں۔ رَھبانیت کا مطلب ہے: مسلک خوف زدگی اور رُھبانیت کا معنیٰ ہے: مسلک خوف زدگان۔ اصطلاحاً اس سے مراد ہے: کسی شخص کا خوف کی بنا پر (قطع نظر اس سے کہ وہ کسی کے ظلم کا خوف ہو یا دنیا کے فتنوں کا خوف یا اپنے نفس کی کمزوریوں کا خوف) تارک الدنیا بن جانا اور دنیوی زندگی سے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لینا یا گوشہ ہائے عزلت میں بیٹھ جانا''۔(12)

(ب): تین صحابہ کرامؓ نے جب ازواج النبی ﷺ سے نبی اکرم ﷺ کی عبادتِ شبانہ کے بارے دریافت کیا اور ان کے بتانے پر انہوں نے اپنے اعتبار سے اسے بہت کم سمجھتے ہوئے جب ان میں سے ایک نے یہ عہد کیا کہ وہ ہمیشہ رات بھر نوافل پڑھا کرے گا، دوسرے نے کہا کہ وہ زندگی بھر روزہ رکھا کرے گا اور کبھی افطار نہیں کرے گا اور

تیسرے نے یہ عندیہ دیا کہ وہ ہمیشہ عورتوں سے الگ تھلگ رہے گا اور کبھی شادی نہیں کرے گا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے درج بالا عبادات /امور میں اپنے طرزِ عمل کی وضاحت کرتے ہوئے ان کی معاشرتی ذمہ داریوں سے راہِ فرار اختیار کرنے کی سوچ پر یوں سرزنش فرمائی:

فَمَنْ رَغِبَ عن سُنّتی فَلَیسَ مِنّی (13)

"تو جس آدمی نے میرے طریقہ سے (اسے ہلکا سمجھتے ہوئے،) اعراض کیا تو اُس آدمی کا مجھ سے کوئی واسطہ / تعلق نہیں۔"

(ج): ایک مرتاض اور تجرّد پسند صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ نے نبی رحمت ﷺ سے عورتوں سے بالکل الگ تھلگ رہنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے ان کی اِس خلاف شریعت خواہش ودرخواست کو ردّ فرمادیا۔(14)

(د): اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ جہاد پر ہوا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ بیویاں نہیں ہوا کرتی تھیں تو ہم لوگوں نے (اپنی جنسی شہوانی خواہشات کے خاتمہ کے لیے) حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا: کیا ہم لوگ اپنے آپ کو خصی نہ کرالیں؟ تو حضور اکرم ﷺ نے ہمیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ البتہ اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں (وقتی طور پر) نکاح متعہ کی اجازت دے دی۔ پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔(15)

"اے ایمان والو! اُن پاکیزہ چیزوں کو اپنے آپ کے لیے حرام نہ ٹھہرالو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال فرمایا ہے"

معاشرے کا ہر فرد اپنی حیثیت کے مطابق ذمہ دار (راعی):

معاشرہ افراد سے عبارت ہے۔ دوسرے اور آسان لفظوں میں ہم معاشرے کو کل اور افراد کو اس کے اجزاء یا معاشرے کو ایک مشینری اور اس کے افراد کو اس کے کل پرزے قرار دے سکتے ہیں۔ جس طرح ایک مشینری کے مکمل طور پر صحیح اور تسلی بخش کام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ہر پرزہ اپنے اپنے دائرے میں اور اپنی اپنی جگہ پر صحیح کام کررہا ہو۔ چنانچہ ایک پرزہ بھی خراب ہوگا اور اپنی جگہ پر صحیح اور مطلوبہ کام نہیں کرے گا تو مشینری کے مجموعی کام یا نتیجہ میں فرق آجائے گا اور بعض پرزوں کا تو اتنا مرکزی اور محوری کردار ہوتا ہے کہ ان کی خرابی ساری مشینری کی خرابی پر منتج ہوتی ہے۔ یہی معاملہ انسانی معاشرے کی صحت و خرابی کا ہے۔ جب تک ہر ایک فرد اپنی حیثیت کے مطابق اپنے دائرے میں اور اپنی جگہ پر معاشرے کی اصلاح و فلاح اور تعمیر و ترقی کے

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

لیے کردارادانہیں کرے گا،اس وقت تک معاشرہ عروج و ترقی کر سکتا ہے، نہ امن وامان اور ہمہ جہتی اطمینان و سکون کے اعتبار سے جنتِ نظیر بن سکتا ہے۔ چنانچہ اوّلین وآخرین تمام لوگوں سے زیادہ عقل ودانش کے حامل(16)، دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل اور اللہ کے آخری، دائمی اور آفاقی رسول سیدنا حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے درج بالا معاشرتی ذمہ داری پر متنبہ کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں فرمایا:

الا کُلُّکم راعٍ و کُلُّکم مسئوْلٌ عَنْ رعیّته فالامامُ الذی علَی النّاس راع و هو مَسْئولٌ عن رعیّته والرجل راع علٰی اهل بیته وهو مسئولٌ عن رعیّته والمرأة راعیة علی اهل بیتِ زوجها و ولده وهی مسئولة عنهم و عبدالرجل راع علی مال سیده وهو مسئول عنه الافکلکم راعٍ و کلکم مسئولٌ عن رعیته.(17)

"خبردار! آگاہ رہو، تم میں سے ہر ایک فرد(اپنے دائرے میں) نگران/ محافظ ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت (زیرِ نگرانی افراد، اشیاء) سے متعلق پوچھا جائے گا۔ پس (اس قاعدہ کے مطابق) لوگوں پر امیر/ حاکم نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے پوچھا جائے گا اور ہر آدمی اپنے اہل خانہ پر نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت (زیرِ نگرانی افراد) سے متعلق بازپُرس کی جائے گی اور ایک عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی نگران ہے اور اس سے ان سے متعلق سوال کیا جائے گا اور اسی طرح ایک آدمی کا غلام اپنے آقا کے مال پر نگران ہے اُس سے اس کے بارے پوچھا جائے گا۔ پھر سن لو! تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت (زیرِ نگران افراد/ اشیاء) کی بابت پوچھا جائے گا۔"

اس حدیث کی شرح میں شارحینِ حدیث نے اس اِشکال کو بھی دُور کر دیا ہے کہ جس آدمی کا کوئی اہل و عیال اور خادم و غلام نہ ہو تو وہ اس حدیث کے عموم میں کیسے داخل ہو گا؟ اور وہ اس حدیث کے مطابق کس چیز کا نگران ہو گا؟۔۔۔ تو اس کا جواب شارحین نے یوں دیا ہے کہ ایسا آدمی اپنے اعضاء و جوارح کا نگران ہو گا کہ وہ انہیں مأموراتِ شرعیہ میں استعمال کرے اور منہی عنہ/ ممنوع چیزوں سے انہیں روک کر رکھے تو اس کے اعضاء و جوارح، اس کے قُویٰ اور اُس کے حواس اس کی رعیت ہوں گے۔(18)

لفظ "راعی" اور "رعیت" کی تشریح و توضیح:

مذکورہ حدیث میں "راعی" اور "رعیت" کا لفظ کئی بار کئی لوگوں کے ساتھ آیا ہے، تو ان الفاظ کی جو تشریح و توضیح علامہ سید سلیمان ندوی نے کی ہے، وہ لائق مطالعہ اور حدیث کے مفہوم و مراد کو سمجھنے کے لیے کافی ہے، فرماتے ہیں:

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

''حدیثوں میں لفظ راعی اور رعیت بار بار آئے ہیں۔ یہ الفاظ لفظ ''رعی'' سے نکلے ہیں جن کے اصل معنی ''جانوروں کے چرانے'' کے ہیں۔ راعی، چرواہا اور رعیت وہ ہے جس کو وہ چرائے اور جس کی وہ نگرانی کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کسی کی رعیت وہ ہے جس کی تربیت، پرورش، نگرانی اور حفاظت کسی راعی و محافظ کے سپرد ہو۔ تو در حقیقت ایک امیر کی حیثیت ایک شفیق و محافظ چرواہے کی ہے جو اپنے گلے کو سرسبز چراگاہوں میں لے جاتا ہے اور ان کی شکم سیری کا سامان کرتا ہے، درندوں سے ان کی حفاظت کرتا ہے اور حادثات سے ان کو بچاتا ہے۔ اس تشریح کے مطابق یہ امر غور طلب ہے کہ حضور انور ﷺ کی زبانِ مبارک پر لفظ رعیت کس قدر شفقت آمیز اور پُر محبت معنوں میں آیا ہے اور ظالم و سفاک امراء اپنے عمل سے اس کو کتنے ذلیل اور پست معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسی لفظ میں ان کی ذمہ داریوں کا ایک بڑا دفتر پوشیدہ ہے۔''(19)

معاشرتی بگاڑ کی اصلاح، ہر فرد کی معاشرتی ذمہ داری:

پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات، آپؐ کی پاکیزہ سیرت اور آپؐ کے اُسوۂ حسنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے اتنا ہی کافی نہیں کہ وہ اپنی ذاتی، شخصی اور انفرادی اصلاح و درستگی کو مدنظر رکھے اور اس کے بعد اس کو اس بات سے کوئی سروکار نہ ہو کہ اس کے ارد گرد معاشرے میں کیا ہو رہا ہے؟ لوگ اور معاشرہ کس قسم کے اخلاقی، سماجی معاشرتی بگاڑ اور کن ہولناک خرابیوں کا شکار ہو رہا ہے؟ اس سوچ اور طرزِ عمل کے حامل لوگ سورۃ المائدہ کی اس آیت کے ظاہر الفاظ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ (20)

"اے ایمان والو! تم پر اپنی جانوں/ذاتوں کی اصلاح کا فکر لازم ہے، نہیں نقصان پہنچائے گا تمہیں وہ آدمی (اس کا عمل) جو گمراہ ہوا، جبکہ تم خود راہِ راست پر ہو۔"

اوّلین مؤمن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کون قرآن مجید کی مراد کو سمجھنے والا ہو گا۔ اس لیے انہوں نے درج بالا آیت کے ظاہر الفاظ سے مذکورہ استدلال کرنے والوں کی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: ''يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ '' اور اس کے ظاہر معنیٰ سے استدلال کرتے ہوئے معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باز رہتے ہو، جبکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سُنا کہ بیشک لوگ جب کسی ظالم کو دیکھتے ہیں اور (روکنے کی طاقت رکھنے کے باوجود) اس کے ہاتھ نہیں پکڑ لیتے تو ممکن ہے اللہ انہیں بھی (ظالم

Research Journal MA'ARIF-E AULIYA
Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

کے ساتھ) عمومی سزا میں مبتلا فرمائے۔'' (21)

مذکورہ آیت کے مفہوم کی مزید وضاحت کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی کے درج ذیل تفسیری نوٹ کا مطالعہ بھی بے جا نہ ہوگا، فرماتے ہیں:

''یعنی اگر کفار رسومِ شرکیہ اور آباء واجداد کی اندھی تقلید سے، باوجود اس قدر نصیحت و فہمائش کے، باز نہیں آتے تو تم زیادہ اس غم میں مت پڑو۔ کسی کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو۔ سیدھی راہ یہی ہے کہ آدمی ایمان و تقویٰ اختیار کرے، خود برائی سے رُکے اور دوسروں کو روکنے کی امکانی کوشش کرے پھر بھی اگر لوگ برائی سے نہ رکیں تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔ اس آیت سے یہ سمجھ لینا کہ جب ایک شخص اپنا نماز روزہ ٹھیک کرلے تو ''امر بالمعروف'' چھوڑ دینے سے اسے کوئی مضرت نہیں ہوتی، سخت غلطی ہے۔ لفظ '' اهتداء'' امر بالمعروف وغیرہ تمام وظائفِ ہدایت کو شامل ہے۔''(22)

کسی معاشرتی اور عمومی بگاڑ / خرابی کا نقصان اس کے مرتکب کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے بُرے اور تکلیف دہ اثرات متعدّی ہوتے ہیں اور سارے معاشرے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اسی لیے فقہائے اسلام نے قرآن و سنت کی عمومی تعلیمات کی روشنی میں یہ فقہی قاعدہ وضع کیا ہے کہ:

''درأالمفاسدِ اولٰی من جلبِ المصالح''۔(23)

"خرابیوں کا دُور کرنا مصلحتوں / منافع کے حصول سے مقدّم اور زیادہ ضروری ہے"

اللہ کے رسول ﷺ اپنی نگاہ و نور نبوت سے چونکہ ان منفی اثرات کو دیکھ رہے تھے، اس لیے آپؐ نے ہر فرد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

من رأی منکم مُنکرًا فلیُغَیّرہ بیدہ فان لّم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعفُ الایمان۔(24)

"تم میں سے جو آدمی کسی (چھوٹی بڑی) برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ پھر اگر وہ اس برائی کو ہاتھ سے روک دینے کی استطاعت نہ پاتا ہو تو اپنی زبان سے اسے روکے اور اگر زبان سے بھی اس برائی کو روکنے کی ہمت نہ ہو تو اپنے دل سے (اسے غلط اور برا سمجھ کر) اس سے رُکنے کی کوشش کرے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

امام نووی نے اپنے مجموعہ ٔاحادیث ''ریاض الصالحین'' کے اواخر میں ''کتابُ الامور المنهی عنه'' کے عنوان سے ایک

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

طویل باب(Chapter) قائم کیا ہے جس میں بیسیوں معاشرتی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے ارتکاب پر نبیؐ رحمت ﷺ کی وعیدات، تنبیہات اور ان کے معاشرتی اور دنیوی واخروی نقصانات سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ مثلاً غیبت، چغل خوری، دوغلاپن، جھوٹ، لعن طعن، گالی گلوچ، ایذاء رسانی، باہمی بغض و حسد، تجسّس، مسلمانوں کو حقیر سمجھنا، تکبر، بڑائی، ملاوٹ دھوکہ دہی وغیرہ۔ یہ وہ عمومی معاشرتی خرابیاں ہیں جنہوں نے معاشرے کے امن وامان کو تباہ کردیا ہے۔(25)

بدقسمتی سے اس وقت تعلیمات نبوی ﷺ سے دُوری، اغیار کی پیروی کا شوق، مذہبی و روحانی اور سیاسی خود غرضی، قومی و ملی مفاد کی بجائے ذاتی، گروہی، جماعتی، سیاسی اور مالی مفاد کو ترجیح دینے، من حیث القوم نفس پرستی، دولت کی پوجا، عام طور پر جہالت، طبقاتی تقسیم، ناانصافی، معاشی ناہمواری، عدم مساوات، پارٹی بازی، لڑائی جھگڑا، اجتماعات میں بدزبانی، بدکلامی، گالم گلوچ جیسی معاشرتی قباحتوں کے باعث وطن عزیز اس وقت عمومی طور پر جس معاشرتی بگاڑ، نفرت، دُوری، باہمی تعصب، عدم برداشت، اپنے مخالفین کی سرعام پگڑی اچھالنے، ہتک آمیز اور توہین آمیز رویہ اختیار کرنے، بازاری زبان بولنے، عیش کوشی، کرپشن، اقرباء پروری، رشوت خوری، سود خوری، میرٹ کی خلاف ورزی اور سوشل میڈیا کی مادر پدر آزادی جیسی معاشرتی خرابیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔

بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت عرب بلکہ ساری دنیا میں جو حددرجہ معاشرتی بگاڑ کی صورت حال تھی، اس کی طرف قرآن مجید نے اپنے معجزانہ ایجاز میں یوں اشارہ کیا ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔(26)

"تمام خشکی اور تری میں ہمہ جہتی بگاڑ ظاہر ہو چکا تھا، ان کرتوتوں کے باعث جو لوگوں نے خود سرانجام دیے تھے۔"

نبی رحمت ﷺ نے اپنے درد و سوز، اخلاصِ نیت، بے لوث خدمت، لگن، محنت اور سچے جذبہ سے اگر اس معاشرے کو جنت نظیر بنالیا تھا اور عرب کے اُجڈ، اُمی، غیر منظم اور غیر تربیت لوگوں کو قعر مذلت سے اُٹھاکر اوجِ ثریا تک پہنچادیا تھا، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم آپ ﷺ کی تعلیمات اور سیرت طیبہ ﷺ پر عمل کرکے مذکورہ معاشرتی خرابیوں کو دُور نہ کرسکیں۔

ظلم وزیادتی کا ازالہ، ہماری معاشرتی ذمہ داری:

انسانی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" (***Might is right***) کا اندھا، کالا اور ظالمانہ قانون دنیا کے ہر خطے میں رائج رہا ہے۔ بعثتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے قبل روم، ایران، یورپ، ہندوستان وغیرہ کے تمام ممالک میں انتہائی ظالمانہ اور استیصالی نظامِ حکومت نافذ تھا۔ ہر جگہ بڑے، باوسائل لوگ، سلاطین،

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

حکمران، درباری امراء وزعماء "اَرْبَابٌ مِّنۡ دُوۡنَ اللهِ" بنے ہوئے تھے۔ اُن کے تشدّد، مظالم، جبر و قہر، ناانصافی، ناترسی اور سنگ دلی کے واقعات پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایران کے ساسانی حکمرانوں، سلاطین میں خسرو اوّل نوشیرواں "عادل" کے لقب سے معروف ہے مگر آدمی اس کے نام نہاد "عدل" کو دیکھ کر کانپ اٹھتا ہے۔(27) یہی حال یورپ کے جاگیرداروں اور ہندوستان کے برہمنوں کے مظالم کا تھا جس کی تفصیل کا یہ مقام متحمل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح خطۂ عرب کی صورتِ حال کا اندازہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اس فی البدیہہ اور فصیح و بلیغ تقریر سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے ہجرتِ حبشہ کے موقعہ پر شاہِ نجاشی کے سامنے فرمائی تھی۔ انہوں نے دورِ جاہلیت کی عمومی معاشرتی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> ترجمہ: اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، قطع رحمی کرتے تھے، ہمسایوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے اور ہم میں سے ہر طاقتور آدمی کمزور آدمی کو کھا (اس کا استیصال کر) رہا تھا (یأکل القویّ منّا الضّعیف) پس ہم اسی (پریشان کن) صورتِ حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایک عظیم الشان رسول کو مبعوث فرمایا جو ہم میں سے ہی ہے، ہم اس کے نسب، خاندان، اس کی صداقت، اس کی امانت اور اس کی پاکدامنی کو بخوبی جانتے ہیں۔"(28)

اس تقریر کا ایک جملہ یأکُلُ القویُّ منّا الضّعیفَ (ہم میں سے ہر قوی آدمی ضعیف/کمزور آدمی کو کھا رہا تھا) انتہائی قابل غور ہے جو ہمارے مذکورہ موقف کی تائید کرتا ہے۔

اسی قسم کے عمومی حالات میں جب غرباء و مساکین اور کمزور لوگوں پر ظلم و زیادتی بڑے لوگوں کا عام وطیرہ بن چکا تھا تو مکہ کے ایک رئیس اور بااثر آدمی عاص بن وائل سہمی نے جب قبیلہ زبید کے ایک اجنبی مسافر سے مال خرید کر اس کی قیمت دینے سے انکار کر دیا تو ہر طرف سے مایوس ہو کر اس زبیدی نے ایک دن جبل ابو قبیس پر کھڑے ہو کر حرم شریف میں اپنے اوپر ہونے والے اس ظلم و زیادتی کے خلاف واویلا کرتے ہوئے "آلِ فہرٌک" واپنی مدد کے لیے پکارا تو نبیٔ رحمت ﷺ کے تایا جان حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک اور ایماء پر قبیلہ تیم کے ایک بزرگ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں چند قبائل کے معزّزین اور سرکردہ حضرات نے اس قسم کے ظلم و زیادتی کی روک تھام اور ازالہ کے لیے ایک معاہدہ کیا جو "حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہے۔ نبی رحمت ﷺ کی عمر اس وقت اگرچہ صرف بیس سال کی تھی۔(29) اور یہ عمر عام طور پر مذکورہ قسم کے قومی، سنجیدہ اور سماجی و معاشرتی مسائل میں دلچسپی رکھنے کی نہیں ہوتی مگر مظلوموں کی حمایت و نصرت کے فطری جذبہ کے تحت جو آپؐ کے اندر انگڑائیاں لے رہا تھا، آپ ﷺ نے اس معاہدہ میں شرکت فرمائی، جس میں یہ عہد کیا گیا

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

تھا کہ:

۱۔ اہل مکّہ یا باہر سے آنے والے کسی بھی آدمی پر ظلم ہو گا تو ہم لوگ ہمیشہ کے لیے اس کی حمایت میں ایک ہاتھ اور طاقت بن جائیں گے۔

۲۔ ظالم کے خلاف ہاتھ اس وقت تک اٹھا رہے گا جب تک کہ وہ مظلوم کا حق واپس نہ کر دے ۔(30)

۳۔ ہر اجنبی اور مسافر کے جان و مال کی حفاظت کریں گے۔(31)

یہ معاہدہ چونکہ رحمتِ دو عالم ﷺ کی فطرتِ سلیمہ اور انصاف پسند مزاج کے عین مطابق اور آنجناب ﷺ کے غمخوار دل کی آواز تھا، اس لیے بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ اس معاہدہ میں شرکت پر بڑے فخر کے ساتھ اظہارِ مسرّت فرمایا کرتے تھے۔(32)

پھر اس معاہدہ میں نبی رحمت ﷺ کی شرکت محض ''خانہ پری'' اور ''برکت'' کے لیے نہیں تھی بلکہ آپؐ نے اس میں بھرپور اور سرگرم کردار ادا کرتے ہوئے نوجوانوں کا ایک مسلح دستہ ساتھ ملا کر اس میں جان ڈال دی تھی جو ذمہ دارانِ معاہدہ کے فیصلوں پر عملدرآمد کرایا کرتا تھا۔ چنانچہ مکّہ کے ایک دولت مند تاجر نے جب حسبِ عادت ایک حاجی کی بیٹی اغوا کر لی تو آپؐ نے اسی مسلح دستہ کی مدد سے اغواء شدہ بچی کو برآمد کرایا۔ اسی طرح ایک دفعہ ابو جہل نے مکہ مکرمہ میں آنے والے ایک تاجر سے سامان خرید کر قیمت ادا کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا تو آپؐ نے اکیلے جا کر اس تاجر کو ابو جہل سے قیمت دلوائی۔(33)

''ظلم'' کا اطلاق قرآن مجید میں شرک پر(34) اور تاریکی وغیرہ پر بھی کیا گیا ہے۔(35)

مگر زیرِ بحث مضمون میں ''ظلم'' سے مراد وہ ناروا کمی یا زیادتی ہے جو لوگ ایک دوسرے پر کرتے ہیں اور یہ ظلم و زیادتی قرآن و سنت کی متعدد نصوص کے مطابق حرام ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ مقام متحمل نہیں ہو سکتا۔'' **المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم**'' میں مادہ ''ظلم'' کے مشتقات پر نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ شریعت کی نگاہ میں دنیوی و اخروی اعتبار سے کسی بھی انسان پر ظلم و زیادتی کا انجام کتنا خطرناک ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے اپنی صحیح میں ''ابواب المظالم والقصاص'' کے عنوان سے ایک مستقل باب (**Chapter**) قائم کیا ہے۔ جس میں متعدد ابواب کے اندر ظلم کی مختلف شکلوں سے پیدا ہونے والی قباحتوں اور معاشرتی خرابیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

ظلم و زیادتی کی روک تھام پر تعلیماتِ محمدی میں جو اتنا زور دیا گیا ہے اور قصاص و حدود کی کڑی اور عبرتناک سزائیں رکھی گئی ہیں، تو اس کے اندر حکمت اور مصلحت یہی نظر آتی ہے کہ اگر ظلم کی روک تھام نہ کی جائے اور اس کے سامنے مضبوط

بند نہ باندھا جائے تو پوری قوم اور ملک کا امن و امان برباد ہو کر رہ جائے اور لوگوں کی جان و مال اور عزّت و آبرو کی حفاظت داؤ پر لگ جائے۔ چنانچہ قرآن مجید کی صریح ہدایت ہے کہ گناہ و ظلم و تعدی کے کاموں میں ظالموں کا ساتھ نہ دیا جائے اور اس معاملے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرا جائے۔(36)

ظلم کی اسی شناعت کے باعث نبی رحمت ﷺ نے اہل اسلام کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ نہ تو ایک دوسرے پر ظلم کریں اور نہ کسی مسلمان پر ظلم ہونے دیں۔(37) دوسرے آپؐ نے ان پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ ظلم کا تماشا نہ دیکھتے رہیں بلکہ آگے بڑھ کر ظالم کا ہاتھ پکڑ لیں۔ چنانچہ خادمِ رسول حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

أنصُرْ اخاكَ ظالمًا او مظلومًا قال يا رسولَ الله هذا ننصرُه مظلومًا فكيف ننصره ظالمًا قال تأخذ فوق يديه۔(38)

"(اے مخاطب!) تو اپنے بھائی کی مدد کر، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم مظلوم ہونے کی حالت میں اپنے بھائی کی مدد کریں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے) مگر اس کے ظالم ہونے کی صورت میں ہم اس کی کیسے مدد کریں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا: (اس کی مدد یہ ہے) کہ تو اس کے ظالم ہاتھوں کو پکڑے"

پھر حدیث کے الفاظ اور ترکیب سے مترشح ہوتا ہے کہ ظالم آدمی کا ہاتھ روک کر اس کی مدد کرنا مظلوم کی مدد کرنے سے مقدّم ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ آپؐ کے بعد بیوقوف، جاہل اور ظالم قسم کے حکمران آئیں گے اور ساتھ یہ بھی تنبیہہ فرمائی کہ جو آدمی ایسے حکمرانوں کے پاس جا کر ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور (اپنے قول و فعل) سے ان کے ظلم پر ان کی اعانت کرے گا تو ان کا مجھ سے اور میرا ان سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں۔(**فليسوا منّي و لست منهم**)۔(39)

خلاصہ یہ کہ ظلم کا ازالہ اور ظالم کو اپنی حد تک روکنا اور اس کے خلاف احتجاج کرنا تاکہ وہ اس سے باز آجائے ہماری معاشرتی ذمہ داری ہے۔ اگر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلیں گے تو اس خاموشی اور چشم پوشی کا نقصان سارے معاشرے کو پہنچے گا۔

معاشرے کے کمزور افراد کی اعانت؛ ہماری معاشرتی ذمہ داری:

اللہ کریم نے اپنی تکوینی حکمتوں اور مصلحتوں کے مدنظر دنیا کے نظام کو چلانے کے لیے لوگوں کے درمیان مختلف اعتبارات سے درجہ بندی قائم فرمارکھی ہے۔(40)

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

نبیِؐ رحمت ﷺ کی تعلیم، سیرت اور عملی اُسوہ یہ ہے کہ معاشرے کے کمزور، ضرورت مند، محتاج، بے آسرا لوگوں کی اپنی استطاعت کے مطابق دامے درمے سخنے مدد کی جائے، ان کی مشکلات کو دور کیا جائے، ان کی ضروریات کو پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے اور ہر ممکن خلقِ خدا کی خدمت کی جائے۔ دنیا کے عام سیاسی و مذہبی لیڈروں اور رہنماؤں کی طرح یہ آپ ؐ کا محض سیاسی نعرہ اور لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹنے کے لیے دکھاوے کا "لوگو" (Logo) نہیں تھا بلکہ یہ آپ ؐ کی رحمۃ للعالمینی کا تقاضا، آپ ؐ کی فطرتِ سلیمہ اور اعلانِ نبوت سے قبل بھی آپ کی طبیعتِ ثانیہ اور عمومی عادت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی آسمانی وحی کے نازل ہونے پر اس کے معنوی ثقل اور شدّت کے باعث جب آپ ؐ نے اپنی رفیقۂ حیات سیدہ خدیجۃالکبری رضی اللہ عنہا کے سامنے اپنی جان پر خدشے کا اظہار کیا تو انہوں نے آپ ؐ کی انسان دوستی، انسانی ہمدردی اور کمزور لوگوں کی اعانت کے اوصاف و خصائل کو دلیل بناتے ہوئے صحیح بخاری کے الفاظ میں آپ کو یوں تسلّی دی:

کلّا واللہِ مایُخزیکَ اللہ ابدًا انک لَتَصِلُ الرّحم و تحملُ الکلّ و تکسبُ المعدوم و تقری الضیف و تُعینُ علیٰ نوائب الحق۔(41)

"ہر گز ایسا نہیں کہ آپ ؐ کی جان کو خطرہ ہو۔ قسم بخدا! اللہ کریم آپ ؐ کو کبھی رسوا نہیں فرمائے گا (بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا) کیونکہ بے شک آپ ؐ صلہ رحمی فرماتے ہیں، کمزور / بے آسرا آدمی کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مفلسوں / ناداروں کو کما کر دیتے ہیں۔ مہمان نوازی فرماتے ہیں اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں اہلِ حق کی اعانت کرتے ہیں۔"

یہ آپ ؐ کے ذاتی طرزِ عمل پر سب سے بڑی مستند اور عینی گواہی اور اعلانِ نبوت سے قبل کے زمانے میں آپ ؐ کی کمال انسان دوستی پر ناقابلِ تردید شہادت ہے۔

ایک اَور مسلّمہ اور عینی گواہی اس دَور کی بھی ملاحظہ فرمالیجیے جب آپ ؐ اللہ کا محبوب اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ دس بارہ لاکھ مربع میل کے حکمران بھی تھے۔(42) چنانچہ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی چشم دید گواہی کے مطابق آپ ؐ کے گھروں میں فقر و فاقہ کا یہ عالم تھا کہ دو دو ماہ تک گھروں میں چولہا نہیں جلتا تھا بلکہ صرف کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔(43)

ایک دوسری عینی گواہی بھی انہی ام المؤمنین ؓ کی زبانی ملاحظہ فرمالیجیے۔ فرماتی ہیں:

"نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے وصال کے دن تک مرغن غذا تو کیا، آلِ محمد کو کبھی متواتر دو دن تک جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوئی۔"(44)

اور اس کا سبب حاضر باش صحابی حضرت ابوہریرہ ؓ کے بقول یہ تھا کہ:

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

"آپؐ کے ہاں مہمانوں کی کثرت رہتی۔ دوسرے مفلس لوگ کھانے کے لیے آپ کے ساتھ چمٹے رہتے۔ علاوہ ازیں آپؐ جب بھی کھانا تناول فرماتے تو آپؐ کے ساتھ آپؐ کے صحابہ اور وہ اہلِ حاجت بھی شریک ہو جاتے جو مسجد سے ہی آپؐ کے پیچھے آجاتے تھے۔"(45)

معاشرے کے ضرورت مند اور حاجت مند لوگوں کے ساتھ نبی رحمت ﷺ کی کمال ہمدردی، خیر خواہی اور تعاون کی یہ ایک جھلک ہے ورنہ معاشرے کے کمزور طبقات پر نوازشاتِ نبوی سے حدیث اور سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں جن کی تفصیل کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں ہو سکتا۔

الغرض سیرۃ النبیؐ کی روشنی میں ہماری معاشرتی ذمہ داری ہے کہ ہم صرف اپنی ذاتی، خاندان اور اپنے اہل و عیال کی فلاح و بہبود اور ان کی بہتر سے بہتر زندگی کے لیے فکر مند نہ رہیں بلکہ معاشرے کے کمزور، پسے ہوئے اور نظر انداز کیے گئے لوگوں کی بھی فکر کریں۔ معاشرے کے بے سہارا، بے آسرا، یتیم بچے، بیوہ عورتیں، فقراء و مساکین کی ہر ممکن اخلاقی، مالی، قانونی اعانت کی بے لوث خدمت کر کے ہم عاقبت سنوارنے کے ساتھ دنیا میں بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں، برکات اور خوشنودی کا مستحق ٹھہرا سکتے ہیں۔ فقط اپنے لیے، اپنے کاروبار اور اپنے اہل و عیال کے لیے جینا کوئی کمال نہیں، کمال یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے لیے جیے اور مرے۔

نقصِ امن کے اسباب سے گریز، ہماری معاشرتی ذمہ داری:

عمومی مشاہدہ کے علاوہ اس حقیقت پر قرآن مجید کی نص موجود ہے کہ معاشرتی امن و امان اور معاشرے کا دنگا فساد، خون خرابہ، لڑائی جھگڑا اور ہر قسم کی بدامنی سے محفوظ و مامون ہونا اللہ کریم کی بہت بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ بعض مفسّرین کے نزدیک اہلِ مکّہ کو ہی اس نعمتِ عُظمیٰ کی یاددہانی کراتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔(46)

"اور اللہ نے ناشکرے لوگوں کے لیے ایک بستی (مکہ) کی مثال بیان فرمائی جو امن و امان اور اطمینان والی بستی تھی جس (کے اہالیان) کا رزق اس کے پاس ہر جگہ سے بے روک ٹوک کھلا چلا آتا تھا۔ پھر اس (بستی والی قوم) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی (کہ اللہ کے رسول ﷺ کو جھٹلایا) تو اللہ نے اس بستی (کے رہنے والوں) کو یہ سزا چکھائی کہ (ان پر سات سال تک قحط سالی مسلط کر کے) بھوک اور ڈر کو اس (کے بسنے والوں) کا اوڑھنا بچھونا بنا دیا۔ اس (ناشکری/کفر) کے بدلے جو وہ (ہمارے نبی کے ساتھ) کرتے تھے۔"(47)

ISSN: (2311-6552)

سورۃ قریش (لایلفِ قُریش ۔۔۔الخ) میں بھی رب تعالیٰ نے قریشِ مکّہ کو اسی مذکورہ نعمتِ عُظمیٰ کی یاددہانی کراتے ہوئے انہیں اپنی بندگی کی طرف متوجہ کیا ہے۔(48)

معاشرتی امن و امان اور اطمینان، سکون کی اس غیر معمولی اہمیت و ضرورت اور نفذ افادیت کے پیشِ نظر نبی رحمت ﷺ نے ہر ایسے قول و فعل سے سختی سے منع فرمایا اور اس کی مذمّت بیان فرمائی ہے جو معاشرے کے امن و امان میں خلل انداز یا اشتعال انگیزی اور لڑائی جھگڑے کا باعث و سبب بن سکتا ہو اور ایسے تمام امور کی تعریف و توصیف اور حوصلہ افزائی فرمائی ہے جو معاشرے میں باہمی محبت، رواداری اور صلح و آشتی کا ذریعہ بنتے ہوں۔

ذیل میں ہم چند ایسے بڑے بڑے اسباب کی نشاندہی کریں گے جو معاشرتی امن کے لیے سم قاتل کا درجہ رکھتے ہیں اور ان سے بچنا ہماری معاشرتی ذمہ داری ہے:۔

تنگ نظری سے بچنا:

معاشرے میں فتنہ وفساد، خون ریزی، زیادتی اور پھر بدامنی کا ایک بڑا سبب تنگ نظری ہے۔ تنگ نظری کا معنی؛ رنگ، نسل، وطن اور عقیدہ یا مذہب میں اختلاف کی بنیاد پر اپنے مخالف کو برداشت نہ کرنا، اسے قبول نہ کرنا، اسے دیکھ نہ سکنا اور اس سے زندگی کا حق بھی چھین لینے کی کوشش کرنا ہے۔ قاضی عیاضؒ اور دوسرے محدّثین و سیرت نگاروں نے آنجناب ﷺ کی ''صفتِ حلم'' کی وضاحت و تفصیل میں متعدّد مثالیں بیان کی ہیں۔ یہاں صرف ایک بے نظیر مثال کا ذکر کافی ہوگا:

> ''چنانچہ نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ مذاکرات اور گفتگو کے دوران ان کی عبادت کا وقت ہو گیا تو آپ ﷺ نے کھلے دل سے انہیں مسجد نبوی میں اپنے طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ صحابہ کرامؓ نے انہیں روکنا چاہا تو فرمایا: ''دعوهم'' انہیں چھوڑ دو اور اپنے طریقے کے مطابق نماز پڑھنے دو اور پھر اسلام سے ان کے انکار کے باوجود انہیں امان نامہ بھی عنایت فرمایا۔''(49)

عصبیت کی نفی:

انسانی معاشرے میں نقضِ امن کے اسباب و وجوہات میں سے ایک بڑا سبب ''عصبیت'' بھی ہے۔ ''عصبیت'' یہ ہے کہ آدمی کسی کی محض اس بنیاد پر حمایت کرے کہ وہ اس کی قوم اور برادری سے تعلق رکھتا ہے، چاہے وہ ناحق، غلط اور دوسرے پر ظلم کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ: **اَمِنَ العصبیۃِ ان یُحبَ الرجلُ قومَه؟** ''کیا یہ بات عصبیت میں داخل ہے کہ آدمی اپنی قوم کے ساتھ محبت رکھے۔'' فرمایا:

لا ولٰکن العصبیۃ ان ینصر الرجل قومه علی الظلم رواہ احمد و ابن ماجه۔(50)

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

''نہیں: بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم وزیادتی کے معاملے میں بھی اپنی قوم کی مدد کرے۔''

نبیِ رحمت ﷺ نے عصبیت کے جذبہ کے قلع قمعے کے لیے بطور وعید ارشاد فرمایا:

لیس منّا من دعا الٰی عصبیۃٍ ولیس منّا من قاتل عصبیۃً ولیس منّا من مات علی عصبیۃٍ(51)

''وہ شخص ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں جس نے (دوسرے لوگوں کو) عصبیت کی طرف بلایا، اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جس نے محض عصبیت کی بنا پر (کسی دوسرے سے) جنگ کی، اور وہ آدمی بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کے جذبہ پر مر گیا۔''

احادیث میں ''ماَمنّا'' اور ''لیس منّا'' یا ''لیس منّی'' کے الفاظ کے سیاق سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ حد درجہ زجر، توبیخ اور تنبیہہ کے لیے آتے ہیں۔ یہ جملہ عموماً آپؐ کی زبان وحی ترجمان پر اس وقت آتا جب کوئی کام کفر کے قریب اور ایمان کے منافی ہوتا۔ پھر ایک مسلمان کے لئے نبی رحمت ﷺ کی طرف سے لاتعلقی کے اعلان سے بڑھ کر بڑی بدنصیبی اور بدبختی یا سزا کیا ہوگی۔

اسلحہ کی نمائش سے گریز کی تعلیم:

معاشرتی امن کے بگاڑ کا ایک سبب اسلحہ کی نمائش بھی ہے، کیونکہ کسی آدمی کی طرف اسلحہ سے اشارہ کرنے میں چاہے، وہ مذاق میں ہی ہو، ایک تو اس بات کا خدشہ ہے کہ مشارٌ الیہ آدمی خوف زدہ ہوگا اور اچانک خوف زدہ ہونے میں انسان کو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ دوسرے اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ اسلحہ غیر ارادی طور پر چل جائے اور سامنے والا آدمی جان سے جائے اور یہ چیز باہمی خونریزی اور پھر معاشرے میں بدامنی کا ذریعہ بن جائے۔ اس لیے ''سدّذریعہ'' کے طور پر نبی رحمت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لایُشِیرُ احدُ کم الٰی اخیہ بالسلاحِ فانّہ لایدری احدُ کم لعلّ الشیطان ینزع فی یدہ فیقع فی حُفرۃٍ من النّار(52)

"تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان (اسے غصہ دلادے اور) اس کے ہاتھ میں کپکپی طاری کردے پھر وہ (بے گناہ قتل کی سزا میں) جہنم کی آگ میں جا گرے۔"

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں نبیِ رحمت ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اشار الٰی اخیہ بحدیدۃ فان الملئکۃ تلعنہ حتی یدعہ وان کان اخاہ لابیہ وامّہ(53)

"جس آدمی نے اپنے بھائی کی طرف کسی آہنی ہتھیار سے اشارہ کیا تو فرشتے اس پر لعنت (رحمت الٰہی سے

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

دوری کی بددعا) بھیجتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس اشارہ کو ترک کردے، چاہے وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔"

اب بھائی کے عموم میں مسلمان کے علاوہ غیر مسلم انسانی بھائی بھی آسکتا ہے۔ گویا غیر مسلم کو بھی اس انداز میں ڈرانا دھمکانا جائز نہیں۔

ڈرانے، دھمکانے یا دہشت گردی کی ممانعت:

کسی کو ڈرانا اور خوف زدہ کرنا بھی چونکہ انسان کے ذہنی اطمینان و سکون اور امن و امان میں خلل انداز ہوتا ہے، چاہے وہ ہنسی مزاح میں ہی کیوں نہ ہو، اس لیے نبی رحمت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا:

لَا یَحِلُّ لِمُسلِمٍ اَنْ یُّرَوِّعَ مُسْلِمًا(54)

"کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو ڈرائے۔"

کسی آدمی کا مال چھپانا بھی چونکہ اس کے لیے پریشانی اور ڈر کا سبب ہوتا ہے، اس لیے حضور اکرم ﷺ نے ایسا کرنے سے بھی منع فرمایا، ارشاد ہوا:

لا یأخذن احدکم متاع اخیہ لاعباً و لا جادًّا(55)

"تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کا سامان ہر گز نہ چھپائے، نہ مذاق میں نہ جان بوجھ کر۔"

یہ تو معمولی قسم کے خوف اور ڈر پیدا کرنے سے ممانعت ہے۔ بڑے پیمانے پر خلق خدا کو خوف زدہ اور ہراساں کرنا، دہشت پھیلانا، بے گناہ انسانوں کا قتل کرنا، ان پر تشدد کرنا، خودکش حملے کرنا، لوگوں کے املاک اور جائیدادیں تباہ کرنا، ان کی عزت و آبرو سے کھیلنا، ملک میں بدامنی اور انارکی پھیلانا جسے آج کی اصطلاح میں دہشت گردی (Terrorism) کہا جاتا ہے، ان سب کا دینِ مصطفوی میں کہاں جواز ہو سکتا ہے۔

ذاتی و شخصی ذمہ داریاں:

ایک آدمی کی ذاتی و شخصی اعتبار سے کئی حیثیتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن، والد، والدہ، شوہر، بیوی، داماد، سسر، ساس، بہو، طالب علم، استاذ، شاگرد، پڑوسی، دوست، رشتہ دار، اہل محلہ، دکاندار، گاہک، کارخانہ دار، مزدور، امام، خطیب، مؤذن، مقتدی، افسر، ماتحت، سیاستدان، حکمران، وزیر، مشیر، سول و آرمی آفیسر، سپاہی، زمیندار، مزارع، مہمان، میزبان، محرم، غیر محرم وغیرہ ہونا۔

اب کسی بھی حیثیت سے وہ شتر بے مہار، مادر پدر آزاد اور "میرا جسم میری مرضی" کا مالک نہیں کہ اپنی خواہشات

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

نفس کے مطابق جو کچھ اس کے دل میں آئے، وہ کرتا جائے۔ اس شترِ بے مہاری اور ''من چاہی روش و طرزِ زندگی'' کا دنیا کا کوئی بھی قانون، حکومت اور معاشرہ اجازت نہیں دیتا، اور ایک مسلمان و کلمہ گو تو اس بات کا پابند ہے کہ اس کی تمام خواہشات تعلیمات نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پابند ہو جائیں۔ چنانچہ اس حوالے سے نبی رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لایؤمن احدُ کم حتی یکونَ ھواہُ تبعاً لما جئتُ بہ(56)

"تم میں سے کوئی ایک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اُس دین/شریعت کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں۔"

اس حدیث کی رُو سے مذکورہ حیثیات میں سے ایک مسلمان کی معاشرے میں جو بھی حیثیت ہے اس حیثیت کے حوالے سے تعلیماتِ نبوی ﷺ نے اس پر جو معاشرتی ذمہ داریاں عائد کی ہیں، جن کی تفصیل حدیث کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے، ان کا پورا کرنا اس کے لیے شرعی و اخلاقی فریضہ ہے، مثلاً بیٹے یا اولاد کی شرعاً معاشرتی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے والدین کے گوناں گوں احسانات کو سمجھیں اور دل و جان سے نہ صرف ان کی تعظیم و تکریم کریں بلکہ ان کی خدمت، ان سے حسن سلوک اور ان کی فرماں برداری میں بھی کوئی کسر نہ اُٹھا رکھیں۔ اس معاملے میں نبی اکرم ﷺ نے کمال فرمانبرداری کا عندیہ دیتے ہوئے اس عزم کا اظہار فرمایا:

لو ادرکت والدیّ او احدھما و قد افتتحت صلوٰۃ العشاء و قرأت الفاتحۃ فدعتنی أمی: یا محمد لاجبتھا(57)

"اگر میں اپنے والدین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو پالیتا اور میں عشاء کی نماز شروع کر چکا ہوتا (جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے) اور سورۃ الفاتحہ پڑھ چکا ہوتا اور ادھر میری والدہ مجھے آواز دیتیں اے بیٹے محمد! تو میں نماز کے اندر ان کی آواز پر جواب دیتے ہوئے لبیک کہتا۔"

اسی طرح رضاعی ماں باپ کے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ وہ جب کبھی تشریف لے آتے تو آپؐ فرطِ محبّت اور فرطِ احترام میں ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے۔(58)

خلاصۂ بحث:

زیرِ بحث مضمون کے حوالے سے معاشرے کا ہر فرد اپنی حیثیت کے مطابق اپنے دائرہ میں اور اپنی جگہ پر ذمہ دار ہے۔ معاشرے میں اس کی جتنی بڑی حیثیت اور جتنا بڑا عہدہ ہے اس کی معاشرتی ذمہ داری بھی اتنی ہی بڑی ہے۔ ظاہر ہے جو ذمہ داری ایک سربراہِ حکومت کی ہوگی وہ عام آدمی/شہری کی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ہر ایک نگران/محافظ ہے اور قیامت کے دن اس سے اس کی رعیت (زیرِ نگرانی افراد/اشیاء) کے بارے پوچھا جائے گا۔

اس قاعدہ کلیہ کی رُو سے ضروری ہے کہ معاشرے میں اگر کہیں کسی فرد پر ظلم وزیادتی ہو رہی ہے تو اس ظلم کا روکنا ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔ ظالم کا ہاتھ اگر نہ روکا جائے تو پھر معاشرے میں کسی کی جان مال عزت و آبرو محفوظ نہیں رہے گی۔ ہمارے نبی رحمت ﷺ نے بیس سال کی عمر میں ہی ''حلف الفضول'' نامی اس معاہدے میں شرکت فرمائی تھی جو مکہ میں ظالموں کا ہاتھ روکنے کے لیے تشکیل پایا تھا اور پھر اس میں بھرپور اور سرگرم کردار بھی ادا فرمایا تھا۔ اسی طرح معاشرے میں کمزور، ناتواں ضرورت مند لوگ اور فقراء و مساکین بھی ہوتے ہیں، ان کی دامے درمے سُخنے مدد کرنا بھی ہمارے نبی ﷺ کی تعلیم اور اُسوۂ حسنہ ہے۔ صرف اپنے لیے جینا کوئی کمال نہیں۔ پھر معاشرتی امن وامان کو قائم رکھنے کے لیے عقلی و نقلی طور پر ضروری ہے کہ اُن تمام اسباب و محرکات سے بچنے کی کوشش کی جائے جو معاشرتی امن وامان کو تباہ کرنے کا باعث بن سکتے ہیں کیونکہ معاشرتی امن وامان اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ بعدازیں ہر فرد کی ایک ذاتی حیثیت بھی ہوتی ہے۔ مثلاً باپ، بیٹا، بہن، بھائی، داماد، سسر، میاں، بیوی وغیرہ کی تو ذاتی و شخصی حیثیت سے معاشرتی ذمہ داریاں پوری کرنا بھی عقل و نقل کا تقاضا ہے اور اس سلسلے میں نبی رحمت ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

حوالہ جات

1. ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، مجموع فتاوی شیخ الاسلام، حکومۃ مملکۃ السعودیۃ العربیۃ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۸ھ، ۶۲/۲۸
2. ابن خلدون، مقدّمہ ابن خلدون، الفصل الاوّل فی العمران البشری، دار الکتاب العربی بیروت الطبعۃ الثالثہ ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء، ص ۴۸
3. ایضاً
4. بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ابواب المظالم والقصاص، طبع درسی قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۳۳۰ تا ۳۳۷
5. ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب ماجاء فی شان الحساب والقصاص، حدیث نمبر: ۲۳۷۷، مکتبہ رحمانیہ لاہور ۵۱۸/۲؛
6. ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، بذیل، اسلام کی اخلاقی تعلیم کا تکمیلی کارنامہ، الفیصل لاہور، ۱۹۹۱ء، ۶/۶۷
7. نووی، ابوزکریا، یحییٰ بن شرف، ریاض الصالحین، باب متن میں مذکور، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۱ء، ص ۲۶۵
8. نعمانی، علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، بذیل اخلاقِ نبوی، الفیصل لاہور، ۱۹۹۱ء، ۲/۲۷۱ تا ۲۳۴
9. اس حدیث کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپؐ سے دنیا و آخرت کے بارے چند سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے اجازت دی تو اس نے چند سوالات پوچھے اور آپؐ نے ان کا جواب دیا۔ ان سوالات میں سے ایک سوال اس نے یہ کیا کہ: أحِبُّ انْ اکونَ خیرَ النّاس (میں چاہتا ہوں کہ میں سارے لوگوں میں سب سے بہتر/اچھا بن جاؤں، (تو اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟) آپؐ نے فرمایا:

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

خیر النّاس من ینفع الناس فکن نافِعًا لَھُمْ"
سارے لوگوں میں سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع رسانی کا کام کرتا ہے، لٰہذا تو اُن کے لیے نفع رساں بن جا۔"

10. قرآن، سورۃ الحدید ۵۷:۲۷
11. پانی پتی، قاضی ثناءاللہ، تفسیر مظہری، بذیل آیت، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، س۔ن، ۲۰۳/۹
12. مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، بذیل آیت، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۳ء، ۳۲۴/۵
نوٹ: سید مودودی نے یہاں مسیحی رہبانیت کی تاریخ اور خصوصیات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مزید تحقیق کے شائقین اس مقام کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔
13. بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، طبع، درسی قدیمی کتب خانہ کراچی، ۷۵۷/۲؛
14. ایضاً، کتاب النکاح، باب مایکرہ من التبتل والخصاء، ۷۵۹/۲
15. ایضاً، باب مایکرہ من التبتل والخصاء، ۷۵۹/۲، نیز کتاب التفسیر، سورۃ المائدہ، باب قولہ: یاَیھا الذین آمنو الا تحرّمُوا طیّبٰت ما احلّ اللہُ لکم، ۶۶۴/۲
16. قاضی عیاض، ابوالفضل عیاض بن موسیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، فصل و اما وفور عقلہ ۔۔۔ الخ، مکتبۃ التجاریۃ الکُبرٰی مصر، س۔ن، ۶۶/۱۔۶۷؛
17. بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب قول اللہ: اطیعو اللہ واطیعو الرسول۔۔۔ الخ، حدیث نمبر، ۱۷۳۸، ۱۰۵۷/۲، نیز، کتاب الجمعۃ باب الجمعۃ فی القری والمدن، ۱۲۲/۱، اور کتاب فی الاستقراض واداء الدیون والحجر والتلفیس، باب العبد راع فی مال سیدہ۔۔۔ الخ، ۳۲۴/۱؛
18. سہارنپوری، مولانا احمد علی، حاشیۃ صحیح بخاری علی الصحیح، کتاب الاحکام، پہلا باب، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۰۵۷/۲، حاشیہ ۳
19. ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبیؐ، بذیل، سلطنت اور دین کا تعلق: لفظ رعیت، الفیصل اردو بازار لاہور، ۱۹۹۱ء، ۷۹/۷۔۸۰
20. قرآن، سورۃ المائدہ، ۵:۱۰۵
21. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، ابواب التفسیر، و من سورۃ المائدہ، حدیث نمبر، ۳۰۱۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور، طبع درسی کلاں، ۶۰۳/۲
22. عثمانی، مولانا شبیر احمد، تفسیر عثمانی، بذیل آیت، مملکۃ سعودی عرب، ص ۱۶۵۔۱۶۶
23. ابن نجیم، زین الدین الحنفی، الاشباہ والنظائر، الفنّ الاوّل، القواعد الکلیّۃ، النوع الاول، القاعدۃ الخامسۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۷۶۔۷۷
24. قشیری، امام مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان۔۔۔ الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۵۱/۱

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)

ISSN: (2311-6552)

25۔ نووی، ابوزکریا یحیٰ بن شرف، ریاض الصالحین، کتاب الامور المنھی عنھا، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۱ء، ص ۵۳۲تا۶۰۹

26۔ قرآن، سورۃ الروم، ۳۰:۴۱

27۔ آرتھر کرسٹن سین، ایران بعہد ساسانیاں، ترجمہ پروفیسر محمد اقبال، مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند، دہلی، ۱۹۴۱ء، ص ۴۲۲

28۔ ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک، سیرۃ النبی ﷺ، مصطفی البابی مصر، ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۲ء، ۳۵۸/۱۔۳۵۹؛

29۔ ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین اسماعیل، البدایہ والنہایہ، مطبعۃ السعادۃ مصر، ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۲ء، ۲۹۱/۲؛

30۔ ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک، سیرۃ النبیؐ، مصطفی البابی مصر، ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۲ء، ۱۴۵/۱

31۔ السہیلی، ابوالقاسم، عبدالرحمٰن بن عبداللہ، الروض الانف، مکتبۃ الکلیۃ الازھریہ، ازھر، مصر، س۔ن، ۱۵۷/۱

32۔ ایضاً

33۔ الازھری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۳ء، ۱۲۳/۲تا۱۲۶

34۔ قرآن، سورۃ لقمان، ۳۱:۱۳

35۔ قرآن، سورۃ البقرہ ۲:۱۷، ۱۹، ۲۵۷؛ سورۃ المائدہ ۵:۱۶؛ سورۃ الانعام ۶:۱، ۳۹، ۵۹، ۶۳، ۹۷، ۱۲۲؛ سورۃ الرعد ۱۶:۱۲؛ سورۃ ابراہیم ۱۴:۱۔۵؛ سورۃ الانبیاء ۲۱:۸۷؛ سورۃ النور ۲۴:۴۰ وغیرہ

36۔ قرآن، سورہ المائدہ، ۵:۱

37۔ بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ابواب المظالم والقصاص، باب لایظلم المسلم المسلم ولایُسلمہ، ۳۳۰/۱

38۔ ایضاً۔

39۔ الخطیب التبریزی، ابوعبداللہ، مشکوۃ المصابیح، کتاب الامارۃ، الفصل الثانی، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۳۲۲

40۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سورۃ الزخرف ۴۳ کی آیت ۳۲ اور کتب تفسیر سے اِس آیت کی تفسیر

41۔ بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ۳/۱

42۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، نگارشات پبلشرز لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۱۶

43۔ بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الھبۃ و فضلھا والتحریض علیھا، ۳۴۹/۱؛ نیز، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبیؐ واصحابہ و تخلیھم من الدنیا، ۹۵۶/۲؛

44۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی معیشۃ النبی ﷺ واھلہ، حدیث نمبر ۲۲۱۴، ۵۱۰/۲

45۔ ابن سعد، ابوعبداللہ، محمد بن سعد ابن منیع، الطبقات الکبری، دار صادر بیروت، ۴۰۹/۱؛

46۔ قرآن، سورۃ نحل، ۱۶:۱۱۲

47۔ قادری، غلام سرور، مفتی، عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن، عمدۃ البیان پبلشرز لاہور، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء، ص ۴۴۱

48 قرآن، سورۃ قریش، ۱۰۶:۴

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-2 (July-December, 2023)
ISSN: (2311-6552)

49۔ ابن قیم الجوزیہ، شمس الدین ابو عبداللہ، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ۶۲۹/۳؛

50۔ الخطیب تبریزی، ابو عبداللہ: مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب المفاخرۃ والعصبیۃ، مطبوعہ المصباح لاہور س۔ن، ص۴۱۸

51۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الادب، باب ۱۱۳ فی العصبیۃ، حدیث نمبر ۵۱۲۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۳۵۷/۲

52۔ قشیری، امام مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب البرّ والصلۃ والادب، باب النہی عن الاشارۃ بالسلاح الٰی مسلم، حدیث نمبر، ۲۶۱۷، دار السلام ریاض، ص۱۱۳۵

53۔ ایضاً، حدیث نمبر، ۲۶۱۶

54۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الادب، باب من یأخذ الشیئ من مزاح، حدیث نمبر، ۵۰۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۳۴۱/۲

55۔ ایضاً، حدیث نمبر، ۵۰۰

56۔ الخطیب تبریزی، ابو عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۳۰

57۔ الہندی، علی متقی، کنز العمّال فی سنن الاقوال والافعال، حرف النون، کتاب النکاح من قسم الاقوال، الباب الثامن فی برّ الوالدین، بر الام من الاکمال، حدیث نمبر، ۴۵۴۹۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۱۹۶/۱۶؛

58. ابن سعد، ابو عبداللہ، محمد بن سعد ابن منیع، الطبقات الکبری، دار صادر بیروت، ۱۲۱/۱